امام خمینیؒ اور شرح چہل حدیث

ڈاکٹر سید حسنین اختر شاہوار

آیت اللہ خمینی کی شخصیت دنیا کے لئے محتاج تعارف نہیں ۔ یہ وہ عظیم شخصیت تھی جس نے استعماری اور سامراجی طاقتوں کے انسانیت سوز منصوبوں پر پانی پھیر دیا اور سرزمین ایران سے ان کی جڑیں کھود دیں۔ اس نابغۂ روزگار کی ولادت با سعادت ۲۰/ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ کو خمین نامی مقام کے ایک علمی خانوادہ میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار آیۃ اللہ سید مصطفیٰ موسوی جلیل القدر عالم دین سید احمد موسوی مرحوم کے صاحبزادہ تھے۔ آپ کی عمر صرف پانچ ماہ کی تھی۔ آپ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔

آپ کا بچپن خمین میں گزرا۔ وہیں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹ برس کی عمر میں آپ مزید تعلیم کے لئے اراک تشریف لے گئے اور حوزۂ علمیہ اراک میں آپ نے اپنے وقت کے جید عالم آیۃ اللہ العظمی شیخ عبدالکریم حائری یزدی کی زیرنگرانی تعلیم حاصل کی۔ جب آیت اللہ حائری اراک سے قم تشریف لائے تو امام خمینی بھی اپنے استاد گرامی کے ہمراہ مذہبی شہر قم منتقل ہو گئے۔ وہاں انھوں نے آیت اللہ حائری کے علاوہ آیت اللہ شاہ آبادی اور آیت اللہ بروجردی سے کسب فیض کیا۔ آپ اپنے علمی ذوق وشوق اور اپنی غیر معمولی لیاقت کی بدولت بہت جلد اجتہاد کے بلند درجہ پر فائز ہو گئے۔[۱]

ابھی آپ نوجوان ہی تھے کہ آپ کی علمیت وقابلیت اور ذہانت کے چرچے عام ہو گئے۔آپ قم کی دینی درس گاہ میں فلسفہ، فقہ اور اصول فقہ کا درس دیا کرتے تھے۔ آیۃ اللہ حائری یزدی کی وفات کے بعد امام خمینی کا درس فلسفہ حوزۂ علمیہ، قم میں سب سے بڑا تدریسی حلقہ ہوا کرتا تھا جس میں پانچ سو سے زائد طلبہ کسبِ فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

رضا شاہ پہلوی کی ظالم و جابر حکومت سے آپ کے اختلاف کی وجہ صرف اور صرف اس کے غیر

---

۱. Biography & Bibliography of Imam Khomeini. Tehran, pp.7-9 اور رسالہ ''راہ اسلام'' شمارہ ۱۸۵ ص ص ۷۔ ۸

اسلامی اور غیر انسانی قوانین تھے۔ اس نے قانون سے اسلام لفظ کو خارج کر دیا اور قرآن سے حلف برداری کی رسم کو ختم کر دیا۔ چنانچہ تمام علماء نے اس کی مخالفت کی لیکن جو شخص اس تحریک میں سب سے آگے آگے تھا وہ تھے امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ۔ آپ نے اپنی بے پناہ شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی بے باکی سے استعمار اور اس کی کٹھ پتلی رضا شاہ کی حکومت کے خلاف آواز بلند کی اور اپنی شعلہ بار تقریروں کے ذریعہ ایرانی عوام کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔ یہ سب باتیں حکومت وقت کو کس طرح بھاتیں۔ چنانچہ حکومت نے آپ کو جلا وطن کر دیا۔ جلا وطنی کے زمانہ میں آپ ترکی، عراق اور فرانس میں رہے، لیکن بالآخر فتح حق کی ہوئی اور امام خمینی نے تقریباً پندرہ سال کی جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے کے بعد یکم فروری ۱۹۷۹ء کو ایران کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا۔ اور اس طرح ظالم و جابر رضا شاہ کے بھاگنے کے بعد اس دنیا میں سیکڑوں برس کے بعد ایک بار پھر اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ امام خمینی نے تقریباً ساڑھے دس سال تک ایران میں اسلامی حکومت کی قیادت و رہبری فرمائی۔ امام خمینیؒ ۳رجون ۱۹۸۹ء کو اس دارفانی کو الوداع کہہ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، لیکن اپنے پیچھے ایک اعلیٰ فکر و فلسفہ سے لبریز علمی خزانہ کتابوں کی شکل میں اور عملی تدبر چھوڑ گئے اور یہ گرانقدر کتابیں رہتی دنیا تک عالم انسانیت کے لئے علم و عرفان کی روشنی پھیلاتی رہیں گی۔

امام خمینی نے عربی و فارسی زبانوں میں تقریباً ۲۵ کتابیں تالیف کیں۔ جو فقہ، اصول، حدیث، فلسفہ، عرفان، اخلاق، عقائد اور تفسیر کے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ یہاں ہم اختصار کی خاطر صرف چند کا ذکر کریں گے۔

۱۔ کتاب البیع : یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور پانچ جلدوں میں ہے۔ اس کتاب میں جو بحثیں کی گئی ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اسلامی احکام حقوق کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔

۲۔ تحریر الوسیلۃ : یہ کتاب بھی عربی زبان میں ہے اور ۳ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی اصل آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی کی کتاب وسیلۃ النجاۃ ہے جس پر امام خمینی کی تعلیقات ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے اس میں کچھ ایسے ابواب جو وسیلۃ النجاۃ میں نہیں تھے مثلاً

کتاب الحج و الجہاد و،والامر بالمعروف ونہی عن المنکر، الحدود و القصاص والدیات کا اضافہ فرمایا۔ آپ نے یہ کتاب ترکی میں اپنی جلا وطنی کے زمانہ میں تالیف کی تھی۔[۱]

۳۔المکاسب المحرمۃ : یہ کتاب بھی عربی زبان میں ہے۔ اس کتاب کا موضوع فقہ ہے اور یہ دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ امام خمینیؒ اپنے علمی اسلوب کی بناء پر فقہاء کے درمیان ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے یہ کتاب استاذ الفقہاء و المجتہدین الشیخ الاعظم الشیخ مرتضٰی انصاری کی مشہور ومعروف کتاب ''المکاسب'' کے نہج پر تالیف کی ہے جس میں مفید اضافے اور عمدہ تحقیقات شامل ہیں۔

۴۔شرح چہل حدیث : اس کتاب میں چالیس احادیث کی شرح بہت مفصل اور مبسوط طریقہ سے کی گئی ہے۔ اصلاً یہ کتاب فارسی میں ہے لیکن اس کی مقبولیت کے پیش نظر اس کے عربی و اردو زبانوں میں ترجمے ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں۔

رسول اللہؐ کی مشہور حدیث'' من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً و ینتفعون بھا بعثه الله یوم القیامة فقیھاً عالماً'' کو مدنظر رکھتے ہوئے متعدد علماء نے چالیس حدیثوں کو جمع کر کے ان کی شرح کی ہے۔ شیخ آغا بزرگ تہرانی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف الذریعہ الی تصانیف الشیعہ میں چوتھی صدی ہجری سے لے کر چودہویں صدی ہجری تک کے علماء وفقہاء ومحدثین کی ۷۷ ایسی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا نام الاربعون حدیثاً یا چہل حدیث ہے [۲] جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً کسی کا موضوع مناقب فقراء ہے تو دوسری کا امامت، کسی کا موضوع فضائل امیر المؤمنینؑ علی بن ابی طالب ہیں تو کسی کا احکام و اخلاق۔ اسی طرح کوئی فضیلت علم کی حامل ہے تو کوئی طب سے مخصوص ہے۔

امام خمینی کی شرح چہل حدیث کے عربی مترجم محمد العزوی نے اپنے مقدمہ میں عدد اربعین کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا یہاں ذکر کرنا قارئین کے لئے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں : [۳]

۱۔ المکاسب المحرمۃ مقدمہ ص ۷، ۲۔الذریعہ جلد ۱، ص ۴۰۱، تہران ۱۹۸۷ء ۳۔الاربعون حدیثاً مقدمہ دار الکتاب الاسلامی، قم، ایران

"لا يعرف احد السرالدفين فى عدد الأربعين و فلسفته الوجودية و امتيازه على الاعداد الأخرى و الارقام الثانية، حيث نواجه فى الأحاديث الماثورة عن رسول اللهؐ وأهل بيته الكرام، تركيزاً كثيراً فى شتى المجالات و المواضيع على هذا العدد : "الأربعين" بالذات ممّا يسترعى الانتباه والوقوف امام هٰذه الظاهرة الفريدة بين الاعداد والأرقام۔ كماأن القرآن عند سرده لقصص بعض الانبياء العظام يؤمي الىٰ دور هٰذا العدد فى حياة النبى عليه السلام۔"

ترجمہ: ''کوئی شخص بھی عدد اربعین کے مدفون و پوشیدہ راز اس کے وجودی فلسفہ اور دوسرے اعداد پراس کے امتیاز کونہیں جانتا جبکہ ہم رسولؐ اللہ اور ان کے اہل بیت کرام کی احادیث میں اس عدد کے بارے میں مختلف مقامات پر بہت زیادہ زور پاتے ہیں جس سے دوسرے اعداد کے درمیان اس عدد کی اہمیت کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔ پھر قرآن مجید بھی انبیاء عظام کے واقعات بیان کرتے وقت نبی علیہ السلام کی زندگی میں اس عدد کے رول کی طرف اشارہ کرتا ہے۔''

فاضل مترجم کی یہ بات واقعاً قابل غور ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے آیات قرآنی اور احادیث رسول و ائمہ معصومین بھی پیش کی ہیں، جن کا یہاں ذکر باعث تطویل ہوگا۔ علاوہ ازیں ان کا یہ اشارہ بھی بڑا لطیف ہے کہ امام خمینی نے اس کتاب کی تالیف ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی سے تقریباً چالیس سال قبل کی تھی، کیونکہ امام نے کتاب کے آخر میں لکھا ہے: مؤلف فقیر کے دست فانی سے عصر بروز جمعہ ۴ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ کو یہ رسالہ تمام ہوا۔ ۱۳۵۸ھ، ۱۹۳۹ء کے مطابق ہے اور ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی ۱۹۷۹ء میں انجام کو پہنچی۔ اس حساب سے اسلامی انقلاب سے تقریباً چالیس سال قبل امام خمینی نے شرح چہل حدیث کی تکمیل کی تھی۔

امام خمینی کی اس کتاب پر گفتگو سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ وضاحت کر دی جائے کہ شیعوں کے نزدیک حدیث کی کیا تعریف ہے؟ اس سلسلہ میں موجودہ دور کے ایک ہندوستانی شیعہ عالم مولانا سید ذیشان حیدر جوادی کی کتاب اصول علم الحدیث سے چند اقتباسات پیش ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ا

۱۔ اصول علم الحدیث، ص ۲۲ تا ۲۴

''.......اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ ہونا چاہئے کہ ائمہ معصومین کے جملہ ارشادات، احادیث رسولؐ ہی کی حیثیت رکھتے ہیں اور رسول اکرمؐ کے ارشادات سے ہٹ کر ان حضرات کا کوئی بیان نہیں ہے۔......اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ معصومین نے بار بار اس حقیقت کا اعلان فرمایا ہے کہ ''حدیثنا حدیث جدّنا'' ہماری حدیث درحقیقت ہمارے جد کی حدیث ہے اور ہمارا ہر بیان رسول اکرمؐ کے بیان پر مبنی ہے۔.......کتب شیعہ میں اگر سلسلہ حدیث ائمہ معصومین پر رک جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ ائمہ معصومین کے ذاتی خیالات یا ارشادات ہیں بلکہ درحقیقت یہ سب احادیث رسولؐ ہیں جن کا اظہار ائمہ معصومین کی زبان سے ہوا ہے اوران میں خود حضرات ائمہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔.....واضح لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح کتب احادیث میں صاحب کتاب سے لے کر رسول اکرم تک راویوں کو دیکھا جاتا ہے اور آج کے دور سے امام بخاری یا شیخ کلینی کے دور تک کے راویوں کا حساب نہیں کیا جاتا ہے، کہ یہ کتابیں قطعی طور پر اپنے مؤلفین کی ہیں اور ان کی اشاعت کے بعد سے اب ان کی سند کی کوئی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ صاحب کتاب سے لے کر صاحب حدیث تک کی سند کا جائزہ لے لیا جائے اور روایت کے اعتبار یا عدم اعتبار کا فیصلہ کر دیا جائے۔.....اسی طرح مذہب شیعہ میں روایت کا سلسلہ صاحب کتاب سے امام معصوم تک دیکھا جا سکتا ہے اور اس کے بعد مزید تحقیق کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کہ یہ بات مسلمات میں شامل ہے کہ معصوم کا بیان رسول اکرمؐ کا بیان ہے اور ان دونوں کے درمیان کا سلسلہ معصوم ہے لہٰذا کسی تحقیق و تفتیش کا محتاج نہیں ہے۔''

اس بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیعوں کے نزدیک حدیث امام معصوم بھی حدیث رسول اکرمؐ کے زمرہ میں آتی ہے۔

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ رسول اکرمؐ کی حدیث اربعین کو ملحوظ رکھتے ہوئے متعدد علماء فقہاء اور محدثین نے اربعون حدیثاً یا چہل حدیث کے نام سے کتابیں تالیف کیں۔لیکن تقریباً یہ سبھی کتابیں کسی ایک مخصوص موضوع کی احادیث پر مبنی ہیں۔کسی کتاب میں فضائل امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالبؑ

سے متعلق حدیثیں جمع کی گئی ہیں تو کسی کا موضوع احکام و اخلاق ہے تو کسی کا طب وغیرہ، لیکن امام خمینی کا یہ انتخاب کئی جہات سے مذکورہ بالا کتابوں سے مختلف و ممتاز ہے۔ ان کی اس تالیف کے ذریعہ امام خمینی کی شخصیت بحیثیت ایک عمدہ شارح حدیث کے ہمارے سامنے آتی ہے۔ اتنی مبسوط شرحیں شاذ و نادر ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ شرح کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب مختلف موضوعات پر مستقل مقالے ہیں جن کا سرنامہ اس موضوع سے متعلق حدیث کو بنایا گیا ہے۔ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں جو باتیں کارآمد ہیں بیشتر اس کتاب میں مل جاتی ہیں۔ آیۃ اللہ خمینی اس کے مقدمہ کے شروع میں لکھتے ہیں:[۱]

''یہ بندۂ ناچیز وضعیف ایک مدت سے یہ سوچا کرتا تھا کہ اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی ان احادیث میں سے جو علماء رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معتبر کتابوں میں درج ہیں ان میں سے چالیس حدیثوں کو اکٹھا کر کے ان کی ایسی شرح کروں جو عوام الناس کی حالت سے مناسب ہو۔''

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ امام خمینی کے اس انتخاب میں کسی ایک مخصوص موضوع پر احادیث نہیں ہیں بلکہ اس میں ہمیں مختلف و متعدد مباحث ملیں گے مثلاً بعض آیات قرآنی کی تفسیر، اصول دین، اخلاق اور بعض ان مشہور روایات کی تشریح جن کا فہم و ادراک عام لوگوں کے لئے دشوار ہے۔حضرت امام نے اس کتاب میں حدیث شریف کا مطالعہ مختلف و متعدد زاویوں سے کیا ہے۔ مثلاً احکام فقہیہ، عرفانیہ، فلسفیہ، لغویہ اور علم اصول فقہ۔ اس طرح انھوں نے اس مطالعہ کو کسی ایک زاویہ تک محدود نہیں کیا ہے۔ احادیث کے موضوعات اس طرح ہیں:

۱۔ جہاد نفس: یہ پہلی حدیث ہے۔

امام خمینی نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے نفس کے تین مقام متعین کئے ہیں:

(الف) مقام اول: مملکت ظاہری یعنی بدن

(ب) مقام دوم: مملکت باطنی

(ج) مقام سوم: مقام عقل

۱۔ مقدمہ شرح چہل حدیث

ان مقامات میں سے دو کی شرح بیان فرمائی ہے اور تیسرے کی چھوڑ دی ہے۔وہ آخر میں لکھتے ہیں :
''میں چاہتا تھا کہ نفس کے مقام سوم اور اس کی کیفیت جہاد کا بھی ذکر کروں اور شیطان کی مکاریوں کا ذکر کروں لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا اس لئے اس سے صرف نظر کر کے خداوند عالم سے تائید و توفیق کا طلبگار ہوں کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھ سکوں۔''

۲۔ریا کاری : اس ضمن میں آپ نے عقائد میں ریا کاری، اخلاق میں ریا کاری اور اعمال میں ریا کاری کی برائیوں کی طرف روشنی ڈالی ہے۔

۳۔عُجب یا خود پرستی : اس ذیل میں خود پسندی کے درجات، اہل فساد و کفر کی خود پسندی، خود پسندی کے مفاسد اور خود پسندی کے منشا سے بحث کی گئی ہے۔

۴۔تکبر : چوتھی حدیث کا عنوان تکبر ہے۔ اس میں خود پسندی اور تکبر کا فرق ،تکبر کے درجات، علماء وفقہا، حکما اور صوفیا کا تکبر، تکبر کے مفاسد، تکبر کے اسباب اور تکبر کے علاج پر سیر حاصل بحث ہے۔

۵۔حسد : اس میں بعض موجبات حسد کا تذکرہ، مفاسد حسد، اخلاقی مفاسد کی جڑیں اور حسد کے علمی و عملی علاج پر بہت وقیع و دلآویز بحث ہے۔

۶۔حب دنیا : اس حدیث کی شرح میں دنیا و آخرت کے معنی، انسان کے دل میں محبت دنیا کے زیادہ ہونے کا سبب، قلب کے اندر دنیوی حظوظ کے برے اثرات اور آخر میں جمیل مطلق کی طرف فطری عشق اور کمال طلبی کی فطرت کے بارے میں مفصل اور سیر حاصل بحث ہے۔

۷۔غضب یا غصہ : اس عنوان کے تحت بھی بہت دلچسپ اور مفید بحث کی گئی ہے۔جس میں قوت غضبیہ کے فوائد، غضب کی زیادتی کے نقصانات، غصہ کا پی جانا اور غصہ کا علاج شامل ہیں۔

۸۔عصبیت : اس ذیل میں ممدوح و مذموم عصبیت، عصبیت کے نقصانات، تعصب کی ملکوتی صورت اور اہل علم کی عصبیت اور اس کی برائیوں کے بارے میں بڑی عمدہ بحث ہے۔

۹۔نفاق : نویں حدیث کا موضوع نفاق ہے، جس میں قولی و عملی نفاق، نفاق کے مراتب، نفاق کی

ملکوتی صورت، نفاق کا علمی و عملی علاج اور خدا سے نفاق کے بارے میں لوگوں کو خوبصورت و دلآویز ڈھنگ سے آگاہ کیا گیا ہے۔

۱۰۔خواہش و درازی آرزو : اس موضوع کے تحت حدیث کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے خواہشات نفس کی پیروی کرنے والوں کی مذمت، گونا گوں خواہشات نفسانی اور راہ حق کے ذریعہ ان کی روک تھام، درازی آرزو کی مدت وغیرہ پر عارفانہ طریقہ سے بحث کی ہے۔

۱۱۔فطرت : اس حدیث کی شرح میں فطرت کے معنی ،احکام فطرت کی تشخیص، اصل وجود مبداء عقیدہ کا فطری ہونا، کمال مطلق کا عشق تمام علائق و اشتیاق کا محور ہے، توحید کا فطری ہونا اور معاد کا عقیدہ فطری ہے، کے ذیل میں بڑی فلسفیانہ اور عالمانہ بحثیں ہیں۔

۱۲۔تفکر: اس میں فکر کی تعریف بیان کرنے کے بعد تفکر کی فضیلت، ذات حق کے بارے میں ممدوح وممنوع تفکر، آفرینش میں تفکر، لطائف صنعت اور دقائق خلقت کے بارے میں تفکر، احوال نفس کے بارے میں غور وفکر، نماز شب کی فضیلت اور تقویٰ عامہ پر منطقی انداز سے عارفانہ بحثیں کی گئی ہیں۔

۱۳۔توکل : اس میں توکل کے معنی اور اس کے درجات، توکل و رضا کا فرق اور تفویض و توکل وثقہ کا فرق بہت عمدہ طریقہ سے واضح کیا گیا ہے۔

۱۴۔خوف ورجا: اس حدیث کی تشریح میں انسان عارف کے یہاں خوف و رجا،خوف و رجا کے مراتب، رجا وغرور کا فرق اور رجا میں توازن اور خوف کی حکمت پر سیر حاصل گفتگو ہے۔

۱۵۔مومنوں کا امتحان و آزمائش : اس حدیث کی تشریح میں امتحان کے معنی اور اس کا نتیجہ، انبیاء اولیاء اور مومنوں کی آزمائش، انبیاء کے جسمانی امراض میں مبتلا ہونے کے ذکر کے ساتھ ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا دار ثواب وعقاب نہیں ہے۔

۱۶۔صبر : اس موضوع کے تحت حدیث کی شرح میں خواہشات کی اطاعت، شہوتوں کی پیروی کی برائیوں کے ساتھ صبر کا مطلب، اس کے فوائد ونتائج، صبر کے درجات اور اہل معرفت کے درجات صبر کا بیان ہے۔

۱۷۔توبہ : اس میں حقیقت توبہ، شرائط توبہ، استغفار کے نتائج اور توبہ نصوح کا مطلب بڑے عارفانہ طریقہ سے سمجھایا گیا ہے۔

۱۸۔ذکر خدا : اس حدیث کی شرح کے ذیل میں خدا کے احاطۂ قیومی، ذکر خفی کی فضیلت، محبت فی اللہ کا مرتبہ، منزل تفکر و تذکر کا فرق، قبولیت اعمال کے معیار کے سلسلہ میں عرفانی بحثیں ہیں۔ اس کے علاوہ فضیلت ذکر میں دوسری احادیث بھی پیش کی گئی ہیں۔

۱۹۔غیبت : غیبت جو ایک بہت بڑی برائی ہے، اس کے بارے میں امام خمینی نے اس کے نقصانات پر سیر حاصل بحث کی ہے جس میں غیبت کی حقیقت ،قولی وغیرقولی غیبت پر بحث، غیبت کا گناہ، غیبت کا اجتماعی ضرر، غیبت کا علاج علاوہ ازیں ان مقامات کا بھی ذکر ہے جہاں غیبت جائز ہے لیکن یہ بتایا گیا ہے کہ وہاں بھی غیبت نہ کرنا اولیٰ ہے۔

۲۰۔اخلاص و نیت : اس ذیل میں خلوص کی تعریف مختلف علماء وعرفاء کی آراء کی روشنی میں،عمل کے بعد کا خلوص اور حقیقی توحید پر بہت سبق آموز بحث کی گئی ہے۔

۲۱۔شکر : اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ کی بخششوں کی عرفانی توجیہ، شکر کی حقیقت، شکر کے مرتبے، اولیاء کا شکر حمد وشکر اور طٰہ کے معنی کی تحقیق پر سیر حاصل بحث ہے۔

۲۲۔موت سے کراہت : موت سے کراہت کی وجہ، تصدیق عقلی و ایمان قلبی کا فرق، جنت و دوزخ کے موجود ومخلوق ہونے کا اختلاف اور شیطان کی گمراہ کن چالوں پر بڑی عمدہ بحث کی گئی ہے۔

۲۳۔اقسام طالبان علم : یہ امام صادقؑ کی حدیث ہے کہ طالبان علم کی تین قسمیں ہیں : ایک تو وہ جو جہالت و جھگڑے کے لئے علم حاصل کرتے ہیں،دوسرے وہ جو اپنی برتری جتانے اور دھوکہ دینے کے لئے علم حاصل کرتے ہیں اور تیسری وہ جو دانش وبینش کے لئے علم حاصل کرتے ہیں۔....الخ۔ انہی کی شرح اقسام طالبان علم میں کی گئی ہے۔

۲۴۔اقسام علم : رسولؐ خدای حدیث ہے کہ علم صرف تین ہیں : ایک آیۃ محکمۃ کا علم، دوم فریضۂ

عادلہ کا علم اور سوم سنت قائمہ کا علم۔ امام خمینیؒ نے علم کی بڑے عالمانہ اور فاضلانہ طریقہ سے شرح کرتے ہوئے نفع بخش علوم کی تقسیم کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ علوم انبیاء کا انحصار یہی علوم سہ گانہ ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث نبوی کی علوم سہ گانہ سے تطبیق، تقسیم علوم میں حدیث نبوی کی تطبیق وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۵۔شک و وسوسہ : جو لوگ نماز، وضو اور غسل و طہارت کے سلسلہ میں شکوک و وساوس کے شکار ہوتے ہیں، ان کے لئے یہ حدیث اور اس کی شرح نہایت مفید اور کارآمد ہے۔جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ وسوسہ اور شک شیطانی القائیات ہیں۔ پھر اس کے علمی و عملی علاج کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

۲۶۔طالب علم : اس حدیث کی شرح میں علم کی فضیلت، علوم دنیوی و اخروی کا فرق اور طالب علم کے اعلیٰ مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۷۔حضور قلب : اس حدیث شریف کی شرح میں دوران عبادت فراغت وقت و قلب، حضور قلب کے فوائد، حضور قلب کے مراتب، حضور قلب کے حصول کا طریقہ اور استخفاف نماز کی برائیوں پر مفصل بحث کی ہے۔

۲۸۔لقاء اللہ : اس حدیث کی تشریح میں لقاء اللہ کی کیفیت، احاطۂ قیومی حق کا مشاہدہ، خدا اور اس کے اسماء و صفات کی معرفت، موت کے وقت کے حالات اور خدا سے محبت و بغض کے مطلب پر عرفانیات سے لبریز بحث ہے۔

۲۹۔وصیۃ النبی لعلی : یہ رسول اکرمؐ کی حضرت علیؑ کے لئے وصیت ہے جس میں احکام شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے، جن میں جھوٹ کے مفاسد، تقویٰ کی حقیقت، خیانت کے مفاسد، خوف خدا، نوافل کی تعداد، تلاوت قران کی فضیلت، رفع یدین، مسواک کی فضیلت، اخلاقی اچھائیوں اور برائیوں وغیرہ کا ذکر ہے۔

۳۰۔اقسام قلوب : اس حدیث کی شرح میں اصلاح نفس کی ترغیب، تقسیم قلوب، قلوب کے حالات، قلب مومن و قلب منافق کے فرق پر عرفانی بحثیں ہیں۔

۳۱۔حقیقی معرفت خدا و رسول و ائمہ معصومینؑ: امام محمد باقرؑ کی حدیث ان الله عزوجل لا یوصف و کیف یوصف الخ کی تشریح کرتے ہوئے امام خمینیؒ نے فلسفیانہ طریقہ سے کلامی و عرفانی بحث کی ہے۔

۳۲۔یقین و رضا: امام جعفر صادقؑ کی حدیث" من صحة یقین المرء المسلم ان لا یرضی الناس بسخط الله ولا یلومهم علی مالم یوته الله.. الخ یعنی مسلمان مرد کے صحیح یقین کی علامت یہ ہے کہ خدا کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی نہ کرے اور خدا نے اس کو جو نہیں دیا ہے اس پر لوگوں کی ملامت نہ کرے.. ۔ الخ۔ کی تشریح میں روزی کے مقدر ہونے، یقین کی علامتیں اور رزق مقسوم کے بارے میں اشاعرہ، معتزلہ اور شیعہ نظریات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۳۳۔ولایت اہل البیت علیہم السلام: اس حدیث کی تشریح میں امام نے یہ بتایا ہے کہ قبولیت اعمال کی شرط ولایت ہے۔

۳۴۔مقام مومن: اس حدیث کی تشریح میں خدا کے نزدیک مومن کے مقام پر شیخ[۱] بہائی، محقق طوسی[۲] اور علامہ مجلسی[۳] کے اقوال کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

۳۵۔اسماء حق کی معرفت اور مسئلہ جبر و تفویض: اس حدیث کی تشریح میں اسماء حق سبحانہ و تعالیٰ کے دو مقام یعنی مقام اسماء و صفات ذاتیہ اور مقام اسماء و صفات فعلیہ کا بیان نیز مسئلہ جبر و تفویض پر بحث ہے۔

۳۶۔صفات حق: اس حدیث کی شرح میں عینیت ذات و صفات، صفات حق کی تقسیم میں حکماء کا کلام، بیان علم قبل الایجاد، سمیع و بصیر کا مطلب اور صفات ثبوتیہ و سلبیہ کا ذکر فلسفیانہ اور عارفانہ طریقہ سے کیا گیا ہے۔

۱۔ شیخ بہاء الدین محمد بن حسین بن عبد الصمد (۹۵۲۔۱۰۰۲ھ)۔

۲۔ محمد بن حسن طوسی (۵۹۷۔۶۷۲ھ) جو خواجہ نصیر اور محقق طوسی کے لقب سے مشہور ہیں، اسلام کے معروف ترین حکماء و، دانشوروں میں تھے۔آپ کی تصانیف میں تجرید، تحریر اقلیدس، تحریر مجسطی اور اخلاق ناصری مشہور ہیں۔ ۳۔ ملا محمد باقر بن ملا محمد تقی مجلسی اصفہانی (۱۰۳۷۔۱۱۱۱ھ) شیعوں کے بزرگ ترین علماء میں سے تھے۔ بہت سے علوم میں مہارت کامل رکھتے تھے۔آپ کی کتابوں میں بحار الانوار، مراۃ العقول، حیاۃ القلوب، زاد المعاد، حلیۃ المتقین اور الاربعون حدیث قابل ذکر ہیں۔

۳۷۔معرفت خدا و رسولؐ : اس شرح میں علم وعرفان کا فرق، اعرفو اللہ کا مطلب، اس سلسلے میں علماء کی آراء، سیر عقلی وعلمی وعرفانی اور کلام ائمہ کی جامعیت پر بحث کی گئی ہے۔

۳۸۔آدم کی تخلیق خدا کی صورت پر : اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُورَۃٖ کی تشریح میں فلسفہ صورت کے مختلف معانی کا بیان اور صورت خدا پر تخلیق کے مطلب پر بحث ہے۔

۳۹۔خیر وشر : اس میں خیر وشر کی تحقیق اور اس کے بارے میں علامہ مجلسی کے قول اور مذہب حکماء ومتکلمین پر فلسفیانہ بحث ہے۔

۴۰۔تفسیر سورۂ توحید و ابتدائی آیات سورۂ حدید : اس سے پہلے بھی گیارہویں حدیث کی تشریح میں عرفانی انداز سے سورۂ توحید کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں بھی سورۂ توحید کی تفسیر کی طرف مختصراً اشارہ کے ساتھ اس سورۂ کی عظمت سورۂ حدید کی آیتوں کے بارے میں ملا صدرا کا بیان[۱]، بسم اللہ کے معنی ،ھو وصمد کا مطلب اور سورۂ حدید کی اجمالی تفسیر شامل ہے۔

اس فہرست سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کا ھدف وعظ ونصیحت، تعلیم و ارشاد، اخلاق حسنہ اور زہد وتقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ اول و آخر ہدف السیر الی اللہ تعالیٰ سبحانہ ہے۔

کتاب میں متعدد مقامات پر علماء سلف کی تشریحات وتوضیحات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، جن میں شیخ صدوق، شیخ بہائی، مرحوم شاہ آبادی[۲]، علامہ مجلسی، محقق طوسی، ملا صدرا، خواجہ عبداللہ انصاری[۳]، اور شہید ثانی[۴]، قابل ذکر ہیں۔

۱۔محمد بن ابراہیم شیرازی (۹۷۹ھ۔۱۰۵۰ھ) ملقب بہ صدا الدین وصدر المتألہین معروف بہ صدرا و ملا صدرا۔ ان کا شمار بزرگ حکماء اسلامی میں ہوتا ہے۔ فلسفہ میں بے مثال آراء کے مالک ہیں۔ آپ کے بعد کے اکثر حکماء اسلام آپ ہی کے مکتب کے پیرو شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کی سب سے اہم تصنیف اسفار اربعہ ہے جس میں وسیع پیمانہ پر آپ کے نظریات موجود ہیں۔ دیگر تصانیف میں تفسیر القرآن، شرح اصول کافی، مبداء ومعاد اور مفاتیح الغیب وغیرہ ہیں۔ (شرح چہل حدیث اردو ترجمہ، ص ۲۷۹)

۲۔شیخ عارف کامل محمد علی شاہ آبادی، ۳۔خواجہ عبداللہ بن محمد انصاری (۳۹۶ھ۔۴۸۱ھ) محدثین عرفاء میں سے تھے ان کے آثار میں منازل السائرین ۔ زاد العارفین اور رسالہ دل و جان قابل ذکر ہیں۔ شرح چہل حدیث، ص ۲۷۸

۴۔شیخ زین الدین شہید ثانی جنہوں نے فقہ کی مشہور کتاب اللمعہ کی شرح کی جو آج بھی شیعہ مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔علم الدرایہ کے موضوع پر ''الرعایہ فی علم الدرایہ'' آپ کی شیعوں میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ آپ کی شہادت ۹۶۵ھ میں ہوئی۔ اصول علم الحدیث، ص ۱۵۲۔

ایک مقام پر شیخ صدوق کی روایت سے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے ان کا اس طرح ذکر کرتے ہیں۔[۱]

''میں تمہارے لئے شیخ جلیل القدر صدوق طائفہؒ کی ایک حدیث شریف نقل کرتا ہوں تا کہ تم سمجھ لو کہ مطلب کیا ہے؟ اور مصیبت کتنی عظیم ہے؟ حالانکہ یہ حدیث دوزخ سے متعلق ہے جو تمام جہنموں سے سرد تر ہے۔ پہلے تو تم یہ سمجھ لو کہ شیخ صدوقؒ جن کی یہ حدیث ہے وہ بزرگوار ہیں جن کے سامنے تمام علمائے اعلام اپنے کو چھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور ان کی جلالت قدر کے قائل ہیں۔ (دوسرے یہ کہ) یہ وہ بزرگوار ہیں جو امام علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوئے ہیں۔ (تیسرے یہ کہ) یہ وہ عظیم شخص ہیں جو امام زمانہ علیہ السلام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے مورد لطف و کرم رہے ہیں۔اور میں علمائے امامیہ کے بزرگوں سے متعدد طریقوں سے جو شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے متصل ہوتے ہیں اس حدیث کو نقل کرتا ہوں اور ہمارے شیخ صدوقؒ کے درمیان جتنے مشائخ (واسطہ) ہیں وہ سب کے سب بزرگوں میں سے اور اصحاب ثقافت میں سے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ مومن ہیں تو اس حدیث پر عقیدت مند رہئے۔''

کتاب میں احادیث کی شرح کرتے ہوئے جگہ جگہ کارآمد و مفید لغوی بحثیں بھی کی گئی ہیں۔ لغت کی شرح میں اکثر مقامات پر اسماعیل بن حماد الجوہری[۲] (۳۳۲۔ ۳۹۳ھ) کی کتاب الصحاح کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ جو کتب لغت کی مشہور ترین کتابوں میں سے ہے۔ مثال کے طور پر ۱۹ویں حدیث کی شرح کرتے ہوئے غیبۃ و اغتیاب کے بارے میں لکھتے ہیں [۳]، حدیث اس طرح ہے:

عَنِ السّکوني م عن ابي عبدالله، عليه السلام، قال قال رسول الله صلی الله عليه واٰله : الغيبة اسرع في دين الرجل المسلم من الاكلة فی جوفه"

"قال و قال رسول الله صلى الله عليه واٰله :الجلوس فی المسجد انتظار الصلاة عبادة مالم يحدث۔ قيل : يا رسول الله ومايحدث۔ قال الاغتياب۔''

ترجمہ: سکونی کا بیان ہے: حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا کا ارشاد ہے:''مسلمان کے دین میں غیبت مرض ''اکلہ'' سے زیادہ سریع ہے اور یہ بھی فرمایا کہ: رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: نماز کے

۱۔ حدیث نمبر ا، ص ۳۴، ۲۔ الجوہری اہل لغت ادیبوں کا پیشوا ہے کلام و اصول میں بھی متبحر تھا۔ ۳۔شرح چہل حدیث اُردو ترجمہ، ص ۳۸۳

انتظار میں مسجد میں بیٹھنا عبادت ہے جب تک احداث نہ کرے ۔ پوچھا گیا: اے رسولؐ خدا کس چیز کا احداث نہ کرے؟ فرمایا غیبت کا۔

شرح : غیبت ''غاب'' کا مصدراور''اغتیاب'' کا (اسم) مصدر ہے جیسا کہ لغت میں ہے قال الجوہری:

"اغتابه اغتياباً، اذا وقع فيه، والاسم الغيبة. وهو أن يتكلم خلف انسان مستور بما يغمه لو سمعه. فان كان صدقاً سمي غيبةً، وإن كان كذباً سمي بهتاناً۔

جوہری نے کہا جب کوئی کسی کی برائی کرے تو اغتابہ اغتیابا بولا جاتا ہے اور اس کا اسم مصدر الغیبۃ آتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کرنا کہ اگر وہ سن لے تو اس کو غم ہو۔ اگر وہی کہی گئی بات سچ ہو تو اس کو غیبت اور جھوٹ ہو تو بہتان کہا جاتا ہے۔

محقق محدث مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں : یہ لغوی معنی ہیں۔مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوہری نے اصطلاحی معنی بیان کئے ہیں نہ کہ لغوی معنی۔ اس لئے کہ ''غاب'' اور''اغتاب'' اور اس کی تمام گردانوں کے لغوی معنی یہ نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے عام معنی مقصود ہوتے ہیں اور کبھی خود اہل لغت شرعی یا اصطلاحی معنی کو اپنی کتابوں میں ذکر کر دیا کرتے ہیں۔

صاحب قاموس سے منقول ہے کہ''غاب'' کو''عاب'' کے معنی میں لیا گیا ہے اور مصباح منیر میں ہے "اغتابه اذا ذكره بما يكرهه من العيوب، وهو حق." جب کسی کے ناپسندیدہ عیوب کا ذکر کیا جائے تو''اغتابہ'' بولا جاتا ہے اور یہی حق ہے۔

میرے نزدیک متن میں ذکر شدہ تمام چیزوں میں سے کوئی بھی معنی لغوی معنی نہیں ہے بلکہ ہر ایک میں ایک قید کا اضافہ کر دیا گیا ہے جس سے اصطلاحی معنی سے اختلاط پیدا ہو گیا ہے۔ بہر حال لغوی معنی کے اطراف میں بحث زیادہ فائدہ مند نہیں ہے۔سب سے عمدہ بات شرعی موضوع کا حاصل کرنا ہے جو متعلق تکلیف ہے اور بظاہر یہ مورد کچھ ایسے شرعی قیود کا حامل ہے جو فہم عرفی اور معنی لغوی سے الگ ہے۔اس کے بعد اطراف موضوع کے سلسلہ میں بیان پیش کیا جائے گا۔

("والاكلة"، كفرحة، داء في العضو يا تكل منه. كما في القاموس وغيره. وقد يقر

بمد الهمزة علیٰ وزن فاعلة، ای العلة التی تاکل اللحم۔ والاول اوفق باللغة۔کذا قال المجلسی۔)

اکلة فرحة کے وزن پر ایک مرض ہوتا ہے جو اس کو کھاتا رہتا ہے۔ کمافی القاموس وغیرہ اور کبھی ہمزہ کو مد دے کر ''فاعلۃ'' (یعنی آکلۃ) کے وزن پر بھی پڑھا گیا ہے۔ اس وقت مطلب ہوگا وہ بیماری جو گوشت کھاتی ہے۔مگر پہلا مطلب لغت سے زیادہ مناسب ہے جیسا کہ مجلسی نے بھی ذکر کیا ہے۔

بہرحال مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ مرض جب عضو میں خصوصاً اعضائے لطیفہ جیسے باطن میں پیدا ہو جاتا ہے تو اس کو جلدی کھا لیتا ہے اور فنا کر دیتا ہے۔ اسی طرح غیبت انسان کے دین کو اس سے بھی جلدی کھا لیتی ہے اور فاسد و فنا کر دیتی ہے۔

اور ''مالم یحدث'' باب افعال سے ہے اور اس میں ضمیر مستتر جالس کی طرف راجع ہے جو اس جلوس سے مستفاد ہے جو اس میں مذکور ہے اور اغتیاب منصوب ہے اور فعل مقدر کا مفعول ہے جو کلام سائل سے مفہوم ہے اور بعض نسخوں میں ''ما یحدث'' کے بجائے ''مالحدث'' آیا ہے اس لئے اغتیاب بنا بر خبریت مرفوع ہے۔

کہیں علمائے سلف سے اختلاف بھی کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو بیسویں حدیث کی شرح میں آیۃ کریمہ:

''تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَلَّذِی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔''

کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:[۱]

بلا کے معنی امتحان اور تجربہ کے ہیں۔ جیسا کہ صحاح میں آیا ہے:

''بلوته بلوی، کے معنی جربته اور اختبرته کے ہیں۔ (یعنی میں نے اس کا تجربہ اور اختبار کیا) وبلاه الله بلاء، وابلاه ابلاء حسنا۔ وابتلاه، ای اختبره۔''

''اَیُّکُمْ'' علامہ مجلسی نے فرمایا ہے یہ ''لِیَبْلُوَکُمْ'' کا دوسرا مفعول ہے۔ اور ''لِیَبْلُوَکُمْ'' علم کے معنی پر متضمن ہے۔مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ ''ایّ'' استفہامیہ فعل کو عمل کرنے سے معلق کر دیتا

۱۔ شرح چہل حدیث، اردو ترجمہ،

ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ: ''اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً'' مبتدا وخبر سے مل کر جملہ ہے اور معنا فعل (بلویٰ) کا مفعول ہے۔ البتہ اگر ایُّ کو موصولہ مان لیا جائے تو علامہ مجلسیؒ کا کلام صحیح ہے۔ مگر ایُّ کا استفہامیہ ہونا اظہر ہے۔

وعظ ونصیحت سے متعلق چند مثالیں بھی پیش کر دینا ضروری ہیں۔ حالانکہ مثالوں کا انتخاب بہت دشوار ہے مگر پھر بھی چند مثالیں پیش ہیں۔

دوسری حدیث کی شرح میں عبادات میں ریاکاری سے اجتناب اور اخلاص کی دعوت دیتے ہوئے امام لکھتے ہیں: [1]

''لہٰذا میرے عزیز! اپنے کاموں میں اور زیادہ دقت سے کام لو۔ اپنے نفس سے اپنے ہر عمل کا حساب لو، اور ہر کام سے پہلے اس سے پوچھو کہ اس کا یہ اقدام خیرات اور امور شریفہ کے لئے ہے (یا نہیں)؟ وہ نماز شب کے مسائل کیوں پوچھ رہا ہے؟ وہ مسئلہ سمجھنے کے لئے یا مسئلہ بیان کرنے کے لئے پوچھ رہا ہے؟ یا اپنے کو نماز شب پڑھنے والوں کی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے؟ وہ آخر اپنے زیارتی سفر کو کیوں کسی نہ کسی طرح لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے؟ انتہا یہ ہے کہ سفر زیارت کی تعداد بھی بتاتا ہے۔ پوشیدہ طور سے دیئے گئے صدقہ کو کیوں کسی پر ظاہر کرتا ہے؟ جس راستہ سے ممکن ہوتا ہے اس کا ذکر کر کے لوگوں کو بتاتا ہے۔ اگر یہ کام خدا کے لئے ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر دوسرے بھی اس کی پیروی کرنے لگیں اور وہ "الدال علیٰ الخیر کفاعله" کا مصداق بننا چاہتا ہے، تب تو درست ہے۔ اور اس کو اس اقدام پر شکر خدا کرنا چاہئے کہ اس کو خدا نے ایسا صاف ضمیر اور پاک دل عطا کیا ہے۔ لیکن متوجہ رہنا چاہئے کہ کہیں نفس نے اس کو دھوکہ نہ دیا ہو! اور ریاکاری کو تقدس کی صورت میں نہ پیش کیا ہو! لیکن اگر یہ کام خدا کے لئے نہیں ہے تو پھر اس کا اظہار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ایسی صورت میں وہ ''سمعہ'' لوگوں کو سنانے کے لئے ہو جائے گا۔ اور ریاکاری کے شجرہ ملعونہ کا پھل سمعہ ہوتا ہے۔ خداوند منان اس عمل کو قبول نہیں کرتا۔ خدا (اپنے ملائکہ کو) حکم دیتا ہے کہ اس عمل کو سجین میں ڈال دو۔

۱۔ شرح چہل حدیث، اردو ترجمہ، ص ۷۵۔

نفس کی مکاریوں کی برائیوں سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے کیونکہ نفس کی مکاریاں بہت ہی دقیق ہوتی ہیں۔ البتہ ہم کو اجمالاً اتنا ضرور معلوم ہے کہ ہمارے اعمال خالص نہیں ہیں۔ اور اگر ہم (واقعی) خدا کے بندے ہیں تو پھر شیطان کا ہمارے اوپر اتنا قابو کیوں ہے؟ جبکہ اس نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ "تیرے مخلص بندوں سے کوئی تعلق نہ رکھوں گا اور ان کی طرف ہاتھ بھی نہ بڑھاؤں گا۔"

بیان ایسا ہے کہ جیسے کہ یہ سب ہمارے سامنے کی باتیں ہیں اور ہم اپنے اندر جھانکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

سترھویں حدیث:

"عن معاوية بن وهب، قال سمعت ابا عبدالله، عليه السلام، يقول: اذا تاب العبد توبةً نصوحاً، احبه الله، فستر عليه فى الدنيا والاخرة۔ فقلت: و كيف يستر عليه؟ قال ينسى ملكيه۔ ما كتبا عليه من الذنوب، ثم يوحى الى جوارحه: اكتمى عليه ذنوبه۔ ويوحى الىٰ بقاع الارض، اكتمى عليه ما كان يعمل عليك من الذنوب۔ فيلقى الله حين يلقاه وليس شئى يشهد عليه بشئٍ من الذنوب۔" کی شرح کرتے ہوئے امام توبہ کے بارے میں لکھتے ہیں: [1]

"یہ جان لو کہ اہم اور مشکل ترین منازل میں سے (ایک) توبہ ہے۔ توبہ کا مطلب ہے: گناہوں اور نافرمانی کی کدورت کی وجہ سے روحانیت اور فطرت کا نور جو طبیعت کی تاریکی میں چھپ چکا تھا، پھر سے نفس کی روحانیت کی طرف پلٹ آئے۔"

اس اجمال کی بالجملہ تفصیل یہ ہے کہ ابتدائے فطرت میں نفس ہر قسم کے کمال و جمال نور و بہجت سے خالی ہوتا ہے اور ان کے مقابل کی چیزوں سے بھی خالی ہوتا ہے۔ یعنی بالکل ایک سادہ ورق ہوتا ہے، نہ اس میں روحانی کمالات ہوتے ہیں، نہ اس کے مخالف صفات ہوتے ہیں۔ البتہ ہر مقام کے حصول کی لیاقت و صلاحیت اس میں ودیعت رہتی ہے۔ اس کی فطرت استقامت پر اور اس کا ضمیر انوار ذاتیہ سے گویا خمیر کیا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں تاریکی پیدا ہونے

۱۔ شرح چہل حدیث، اردو ترجمہ، ص ۳۵۲

لگتی ہے۔ گناہ جتنا زیادہ ہو گا تاریکی اتنی زیادہ ہوگی۔ یہاں تک کہ گناہ کرتے کرتے قلب بالکل تاریک و سیاہ ہو جائے گا اور نور فطرت بجھ جائے گا اور وہ شقی ابدی ہو جائے گا۔ لیکن اگر ان حالات کے درمیان تمام قلب کے سیاہ ہونے سے پہلے وہ خواب غفلت سے بیدار ہو گیا اور بیداری کی منزل کے بعد توبہ کی منزل پر بھی پہونچ گیا، اور اس منزل کے شرائط ''جن کا اجمالاً ذکر کیا جائے گا'' کو بھی پورا کر لیا، تو تاریکی اور فطری کدورت سے نکل کر دوبارہ فطرت اصلی کے نور اور اپنی ذاتی روحانیت کی طرف پلٹ آئے گا اور لوح دل پھر کمالات و ان کے اضداد سے خالی ہو جائے گی جیسا کہ حدیث میں مشہور ہے:

"التّائب من الذنب کمن لا ذنب له۔" ''گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کے مثل ہے جس نے گناہ ہی نہ کئے ہوں۔''

گناہان کبیرہ اور مہلکات کے ارتکاب کے بعد زیادہ تر انسان توبہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ اگر دل کی کھیتی میں گناہوں کا درخت ثمر آور و طاقتور ہو جائے اور اس کی جڑیں مضبوط ہو جائیں تو پھر اس کے نتائج بہت ہی خراب ہوتے ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان بالکل ہی توبہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور اگر کبھی توبہ کی یاد آ جاتی ہے تو وہ کاہلی اور آج و کل، اس ماہ اور آئندہ ماہ کر کے ٹالتا رہتا ہے اور اپنی جگہ کہتا ہے آخری عمر اور بڑھاپہ میں صحیح توبہ کر لیں گے۔ حالانکہ یہ خدا سے مکاری ہے جس سے وہ غافل ہے: '' وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ '' (خدا سب سے بہتر مکاری کی توڑ کرتا ہے۔)

یہ گمان نہ کرو کہ گناہوں کی جڑوں کے مضبوط ہو جانے کے بعد انسان توبہ کر سکتا ہے یا توبہ کے شرائط پورے کر سکتا ہے۔ بہار توبہ تو جوانی ہی میں ہے، جب گناہوں کا بار کم، دل کی کدورت قلیل، ظلمت باطن ناقص اور شرائط توبہ سہل و آسان ہوا کرتے ہیں:''

عصبیت و تعصب جو دنیا کی اہم ترین برائیوں میں سے ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ اکثر برائیوں کی جڑ ہے جس کی وجہ سے آج کی دنیا میں جگہ جگہ قتل و غارتگری ہو رہی ہے۔ اس کی طرف امام خمینی اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:[۱]

۱۔ شرح چہل حدیث، اردو ترجمہ، ص ۱۹۶

’’فقیر (امام خمینیؒ) عرض کرتا ہے، عصبیت ایک نفسانی و باطنی صفت ہے جس کے آثار میں سے اپنے رشتہ داروں (بلکہ) متعلقین کی حمایت و دفاع کرنا ہے۔ متعلقین میں چاہے وہ لوگ ہوں جو دینی، مذہبی یا مسلکی تعلق رکھتے ہوں یا وطنی و آبی و خاکی تعلق رکھتے ہوں یا کسی اور قسم کا تعلق رکھتے ہوں، سب ہی مراد ہیں۔ مثلاً ہم پیشہ ہوں، استادی شاگردی کا تعلق ہو یا اور کوئی ۔ عصبیت اخلاق فاسدہ اور ملکات رذیلہ میں سے ہے اور اس سے بہت سے اخلاقی و اعمالی مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ عصبیت بذات خود مذموم ہے، چاہے وہ حق کے لئے ہو یا کسی دینی امر کے لئے ہو بشرطیکہ اس کا مقصد اظہار حق نہ ہو۔ بلکہ اس کا مقصد اپنا یا اپنے ہم مسلک یا اپنے سے وابستہ کسی شخص کا غلبہ ہو۔‘‘

امام عصبیت سے اجتناب اور اعمال صالحہ کی ترغیب دیتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

’’پس میرے عزیز یہ بات سمجھ لو کہ تعصب شیطان کی صفت ہے اور اس کا مغالطہ اور باطل قیاس اسی حجاب (تعصب) کی بنا پر تھا۔ یہ تعصب ایسا حجاب ہے جو تمام حقائق کو ختم کر دیتا ہے بلکہ تمام رذائل کو محاسن کی صورت میں پیش کرتا ہے اور دوسروں کے تمام محاسن کو عیب بنا کر ظاہر کرتا ہے اور یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ انسان جب تمام چیزوں کو غیر واقعی صورت میں پیش کرے تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ یہ عصبیت خود تو ایک ایسی خبیث صفت ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے لیکن خود اس کی وجہ سے اتنے نفسانی رذائل اور اعمالی و اخلاقی مفاسد پیدا ہوتے ہیں کہ ان کا ذکر بھی موجب ملال ہے۔.....اس لئے جو عقلمند انسان اس خبیث صفت کے مفاسد کو سمجھ لے اور صادق مصدوق رسولؐ اکرم و ان کے اہل بیتؑ گرامی کی بات مانتا ہو کہ یہ صفت انسان کو ہلاک کر دیتی ہے اور جہنم رسید کر دیتی ہے، اس کو اس کا علاج کرنا چاہئے اور اگر خدانخواستہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تعصب ہو تو اپنے کو اس سے پاک کر لینا چاہئے تاکہ اس دنیا سے عالم آخرت کی طرف جاتے ہوئے پاک و پاکیزہ ہو اور صاف و شفاف نفس کے ساتھ جائے۔ مگر یہ بھی سمجھ لے کہ وقت بہت کم ہے کیونکہ معلوم نہیں موت کب آجائے؟‘‘

ہر شئی کی بازگشت اللہ کی طرف ہے، وہی مالک حقیقی اور معشوق حقیقی ہے جس سے ہر انسان کو ملنا ہے لہٰذا ہمیں دنیا کی آرائش و زیبائش کے دھوکہ میں نہ آنا چاہئے اور دنیا پرستی کے جال سے نکل کر

اللہ سے ملاقات کی تیاری کرنی چاہئے۔ گیارہویں حدیث :ا

"عن زرارة، قال سالت أبا عبدالله، عليه السلام، عن قول الله عز و جل : "فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِی فَطَرَ النّاسَ عَلَيْهَا۔" قال فطر هم جميعاً على التّوحيد۔"

کی شرح کرتے ہوئے "وجود خدا فطری ہے" کے ذیل میں لکھتے ہیں :

"ایک وہ فطری بات جو تمام بنی نوع انسان کے خمیر میں شامل ہے اور دنیا کا کوئی بھی فرد بشر اس کی مخالفت نہیں کرسکتا اور نہ عادتوں، مذہبوں، مسلکوں، اخلاق وغیرہ کے اختلاف سے اس میں کوئی تغیر پیدا ہوسکتا ہے اور نہ خلل پیدا ہوسکتا ہے اور وہ ہے فطرتاً کمال سے عشق۔ ہاں تشخیص کمال اور یہ کہ کس چیز میں کمال ہے اور محبوب و معشوق کہاں ہے؟ اس میں البتہ لوگوں میں اختلاف ہے۔ ہر شخص نے اپنے معشوق کو ایک الگ چیز میں پایا ہے۔ اسی کو امیدوں کا مرکز بنایا ہے اور دل و جان سے اس کو چاہا ہے (مثلاً) اہل دنیا، دنیا اور زیبائش دنیا کو کمال سمجھتے ہیں اور اپنے معشوق کو دنیا میں پاتے ہیں۔ لہٰذا اس کے حاصل کرنے کے لئے جان و دل سے عاشقانہ خدمت کرتے ہیں اور جو شخص بھی جس شعبہ میں ہے چونکہ اسی کو کمال سمجھتا ہے لہٰذا سی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح صنعت والے اور اہل علوم اپنے دماغ کی وسعت کے اعتبار سے جس چیز کو کمال سمجھتے ہیں اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی کو اپنا معشوق سمجھتے ہیں۔اہل آخرت و ذکر و فکر دوسری چیز کو معشوق سمجھتے ہیں.....خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سب کمال کی طرف متوجہ ہیں اور جب اس کمال کو کسی موجود یا موہوم میں مشخص کر لیتے ہیں تو اسی سے عشق کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی جان لینا چاہئے کہ ان تمام چیزوں کے باوجود ان میں سے کسی سے محبت و عشق جن کے بارے میں گمان ہے "کہ ان سے محبت کرتا ہے" حقیقی نہیں ہے۔ اور جس کے بارے میں محبت کا خیال ہے وہ معشوق اور کعبۂ امید نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنی فطرت کی طرف رجوع کرے گا تو اس کا دل گواہی دے گا کہ وہ شخص جس کی طرف بھی وہ متوجہ ہے اگر اس کو اس سے بالاتر مل گیا تو اس کا دل بالاتر کی طرف پلٹ جائے گا......خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ تمام سلسلۂ بشر چاہے جس رشتہ وطریقہ کا ہو وہ جس درجہ تک پہنچے گا

ا۔ شرح چہل حدیث، اردو ترجمہ، ص ۷ ۲۳

اس کا شوق اس سے کامل تر کی طرف متعلق ہوگا۔ مگر آتش شوق کسی منزل پر ٹھہرے گی نہیں بلکہ ہر خوب سے خوب تر کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔ پس اسی نور فطرت نے ہم کو بتایا کہ تمام سلسلۂ بشر کے قلوب انتہائے بلاد افریقہ کے بسنے والوں سے لے کر دنیا کے متمدن ترین ممالک تک اور طبیعی و مادی لوگوں سے لے کر اہل ملل ونحل تک، سب ہی فطرۃً ایک ایسے کمال کے متمنی ہیں جس میں کوئی نقص نہ ہو اور ایسے جمال کے عاشق ہیں جس میں کوئی عیب نہ ہو، اور ایسے علم کے خواہشمند ہیں جس میں جہل نہ ہو، ایسی قدرت و سلطنت کے طالب ہیں جس کے ہمراہ عاجزی نہ ہو، ایسی زندگی کے دلدادہ ہیں جس کے لئے موت نہ ہو، یعنی ہر ایک کا معشوق ''کمالِ مطلق'' ہے۔ تمام موجودات اور بشری خانوادہ ایک دل و ایک زبان ہو کر چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ ہم ''کمال مطلق'' کے عاشق ہیں۔ ہم ''جلال و جمال مطلق'' سے محبت رکھتے ہیں۔ ہم ''قدرتِ مطلقہ'' اور ''علمِ مطلق'' کے طالب ہیں۔ اب آپ ہی بتایئے کیا ذات مقدس مبداء عالم جلّت عظمتہ کے علاوہ عالم تصور وخیال میں بھی اس پورے سلسلۂ کائنات اور تجویزات عقلیہ و اعتباریہ میں کوئی ایسا موجود ہے جو کمال مطلق اور جمال مطلق رکھتا ہے؟ اور کیا بے نقص جمیل علی الاطلاق اس محبوب مطلق کے علاوہ کوئی اور ہے؟......اے وادی حیرت کے سرگشتہ لوگو! اے گمراہی کے جنگل کے گمراہ لوگو! نہیں نہیں بلکہ اے شمع جمال جمیل مطلق کے پروانو، بے عیب و بے زوال محبوب کے عاشقو! ذرا تھوڑا سا کتاب فطرت کی طرف رجوع کرو، اپنی کتاب ذات کی ورق گردانی کرو تو دیکھو گے کہ قدرتِ فطرت الٰہی کے قلم سے اس میں لکھا ہوا ہے: ''وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ۔'' کیا یہ ''فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا'' فطرت توجہ بہ محبوب مطلق ہے؟ کیا یہ نہ بدلنے والی فطرت ''لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰه'' فطرت معرفت ہے؟ اس فطری عشق خداداد اور اس امانت الٰہی کو کب تک باطل خیالات میں ادھر ادھر صرف کرتے رہو گے؟ اگر تمہارا محبوب یہی ناقص جمال اور محدود کمال ہوتا تو پھر اسکے حصول کے بعد تمہاری آتش شوق بجھی کیوں نہیں؟ اور شعلۂ شوق زیادہ کیوں ہوا؟...... ہاں ذرا خواب غفلت سے اٹھو، خوشخبری دو، خوشی مناؤ کہ تمہارا محبوب ایسا ہے جس کو زوال نہیں! ایسا معشوق ہے جس میں نقص نہیں، ایسا مطلوب ہے جس میں عیب نہیں، ایسا منظور ہے جس کا نور طلعت

(اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) ہے۔ ایسا محبوب ہے کہ جس کے احاطہ کی وسعت (لو دلّیتم بحبل الی الارضین السفلی لھبطتم علی الله) ہے۔......پس تمہارا یہ فعلی عشق معشوق فعلی کو چاہتا ہے۔ یہ خیالی اور وہمی نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ہر موہوم ناقص ہوتا ہے اور فطرت کامل کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ لہٰذا عاشق فعلی اور عشق فعلی بغیر معشوق کے نہیں ہوسکتا اور ذات کامل کے علاوہ کوئی ایسا معشوق نہیں ہے جو فطرت کا متوجہ الیہ ہو۔ اس لئے کامل مطلق کے عشق کا لازمہ کامل مطلق کا وجود ہے اور یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ فطرت اور اس کے لوازم کے احکام سب کے سب تمام بدیہیات سے واضح و روشن تر ہیں۔(أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔)"

توحید اور خدا کی دوسری صفات فطری ہیں۔ اس بارے میں امام خمینیؒ لکھتے ہیں: [۱]

"پروردگار عالم کی توحید اور اس کی ذات کا تمام صفاتِ کمال کا مستجمع ہونا بھی فطریات سے ہے کیونکہ یہ جان لو کہ ان فطرتوں میں کہ جن پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، ایک فطرت نقص سے نفرت بھی ہے ۔ انسان جب کسی میں عیب یا نقص پاتا ہے تو اس سے متنفر ہوتا ہے۔ پس عیب و نقص فطرت کے لئے اسی طرح باعث نفرت ہے، جس طرح کمال مطلق باعث تعلق ہے۔ اس لئے فطرت ہمیشہ "واحد" اور "احد" کی طرف متوجہ ہوگی کیونکہ کثرت و مرکب ناقص ہوا کرتا ہے اور کثرت غیر محدود نہیں ہوتی ہے۔ پس جب یہ معلوم ہوا کہ کثرت و مرکب ناقص ہے تو یہ فطرت کے لئے قابل نفرت ہوگی نہ کہ قابل توجہ۔ پس ان دونوں فطرتوں ، تعلق فطرت بہ کمال اور نفرت فطرت از نقص سے توحید بھی ثابت ہوتی ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ خدا جمیع کمالات کا مستجمع اور تمام نقائص سے مبرا ومنزہ ہے اور سورۂ توحید جو خدا کی نسبت کو بیان کرتا ہے وہ (ہمارے شیخؒ بزرگوار کے حسب فرمائش) ہویت مطلقہ ہے جس کی طرف فطرت متوجہ ہوا کرتی ہے اور سورۂ توحید کے شروع میں کلمہ "ھو" کہہ کر چھ صفت پر دلیل کی طرف اشارہ ہے۔ جو "ھو" کے بعد مذکور ہے۔ چونکہ ذات پروردگار ہویت مطلقہ ہے اور ہویت مطلقہ کو کامل مطلق ہونا چاہئے ورنہ پھر ہویت محدودہ ہو جائے گی۔ اور "جب کامل مطلق ہے تو" مستجمع جمیع کمالات بھی ہے۔ پس لفظ ھو کے بعد لفظ "اَللّٰہُ" ہے اور خدا جامع جمیع کمالات ہونے کے ساتھ بسط بھی ہے۔ ورنہ ہویت مطلقہ نہ ہوگی۔ اس کے بعد

۱۔ شرح چہل حدیث، اردو ترجمہ، ۲۴۴

''احد'' ہے اور احدیت کا لازمہ واحدیت ہے اور چونکہ ہویت مطلقہ جامع جمیع کمالات ہے، اس لئے تمام نقائص سے مبرا ہو گی کیونکہ تمام نقائص کی بازگشت ماہیت کی طرف ہوا کرتی ہے۔......اس کے بعد ذات خدا ''صمد'' ہے۔ درمیان خالی نہیں ہے اور چونکہ ہویت مطلقہ ہے اس لئے کوئی نہ اس سے پیدا و منفصل ہوسکتا ہے اور نہ وہ کسی سے متولد و منفصل ہوسکتا ہے بلکہ وہ تمام چیزوں کا مبداء اور تمام اشیاء موجودات کا مرجع ہے۔ مگر ہاں انفصال نام کی کوئی چیز نہیں ہے جو مستلزم نقص ہو۔ نیز ہویت مطلقہ کا کوئی کفو بھی نہیں ہے۔ کیونکہ کمال صرف میں تکرار کا تصور نہیں ہوسکتا۔ پس سورۂ مبارکہ توحید فطرت کے احکام سے ہے اور اس میں خدا کی نسبت ہے۔''

اس حدیث کی شرح کی ابتدا میں امام خمینی نے فطرت کے معنی، احکام فطرت کی تشخیص اور احکام فطرت کی طرف اجمالی اشارہ کیا ہے۔ آخر میں معاد کے سلسلہ میں بحث کی ہے کہ معاد کا وجود بھی فطریات میں سے ہے، جو انسانی خمیر میں شامل ہے۔

امام خمینی نے جگہ جگہ انسانی نفس کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے اور انسان کو خواہشات نفسانی سے دور رہنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے یہاں تکرار بھی پائی جاتی ہے۔ ایک جگہ وہ خود لکھتے ہیں:[۱]

'' اگرچہ ان اوراق میں جو مطالب بیان کئے گئے ہیں وہ شائع و مشہور و معروف ہیں اور انہیں مکررات سے شمار کرنا چاہئے۔ لیکن اس تکرار میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نفس کو یاد دہانی اور حق بات کی تکرار اچھی بات ہے۔ اسی لئے وظائف و اوراد، عبادات و مناسک میں تکرار مطلوب ہے۔ اور اس تکرار کا اصلی مقصد نفس کو عادی بنانا اور ریاضت کا پابند بنانا ہے۔ لہٰذا میرے عزیز تکرار سے رنجیدہ نہ ہو اور یہ جان لو کہ جب تک انسان نفس اور اس کی شہوتوں کا اسیر ہے اور شہوت و غضب کا طولانی سلسلہ اس کی گردن میں ہے کسی بھی مقام معنوی و روحانی تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ نفس کی باطنی سلطنت اور اس کا نافذ ارادہ ظاہر ہوسکتا ہے اور عزت نفس و مقام استقلال جو کمال روحانی کا بزرگ ترین مقام ہے انسان کے اندر پیدا ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس اسیری کی وجہ سے انسان کبھی بھی اور کسی بھی حال میں نفس کی اطاعت سے سرپیچی نہیں کرسکتا۔''

۱۔ شرح چہل حدیث، اردو ترجمہ، ۳۳۷

مثالیں تو بہت ہیں لیکن اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اس سلسلہ کو یہی روک رہے ہیں۔ اس کتاب میں ایسی ایسی عالمانہ، فاضلانہ، فلسفیانہ اور عارفانہ بحثیں شامل ہیں کہ لگتا ہے کہ علم وعرفان کا ٹھاٹھیں مارتا ایک سمندر ہے اور ایک عارف کامل عرفان و آگہی کے گہر آبدار لٹا رہا ہے، ایک معلم اخلاق اخلاق حسنہ کی تعلیم دے رہا ہے، ایک فلسفی فلسفہ کی گتھیاں سلجھا رہا ہے، ایک عابد و زاہد اس طرح سے وعظ و نصیحت کر رہا ہے جو دل میں اتر جانے والی ہے۔ اور وہ لوگوں کو اصلاح نفس کی دعوت دے رہا ہے۔ مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب شرح احادیث کے باب میں ایک اہم اضافہ ہے۔